بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پروفیسر محمد اقبال جاوید☆

اُسوہ واصول کی ہم آہنگی

دنیا میں مصلحین کی کبھی کمی نہیں رہی، کوئی دور ایسا نہیں جس میں کوئی نہ کوئی ریفارمر کسی نہ کسی شکل میں جلوہ گر نہ رہا ہو۔ مصلحین عالم کی طویل فہرست پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اہلِ علم و دانش گمراہ انسانیت کو صراطِ مستقیم دکھانے سے قاصر رہے۔ اگر کسی کی کارکردگی قابلِ قدر بھی رہی تو وہ محض جزوی تھی اور اس امر کا ثبوت وہ گمرہی ہے جو نبوتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے قبل کائنات کے افق پر ظلمت بن کر لہرا رہی تھی۔ دنیا فاتحین سے بھی خالی نہیں رہی۔ اُن کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے آفاق لرزتے رہے۔ وہ آئے اور ایک دنیا کو پامال کرتے ہوئے گزر گئے۔ مگر فکر و دانش کی یخ بستگی میں اضطراب کی ایک لہر بھی پیدا نہ کر سکے۔ دل بدستور بنجر، فکر مفلس، سوچ آوارہ اور ذہن پریشان رہے۔ تاریخ کے آئینے میں قانون دانوں کا بھی ایک جمِ غفیر نظر آتا ہے۔ مگر ان کے تمام دساتیر و قوانین محض کاغذی دنیا کے حسین و جمیل نقوش تھے۔ عملی زندگی سے انہیں دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ شاعروں اور ادیبوں سے بھی تاریخ کا کوئی دور محروم نہیں رہا۔ ان کے طفیل شعر و سخن کے زمزمے گونجتے رہے۔ دل کی دھڑکنیں صریرِ خامہ میں ڈھلنے کی سعی کرتی رہیں۔ سوزِ دل، سازِ رگِ جاں بنتا رہا۔ مگر قلم کے یہ سارے ولولے اور ذہن کی یہ ساری تابشیں، ماحول کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں جگنو کی سی چمک بھی نہ لا سکیں۔ ان تمام مصلحین، مفکرین اور فاتحین سے الگ تھلگ ایک اور گروہ ہے جسے ہم انبیاءؑ کی مقدس جماعت کہتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے منتخب برگزیدہ اور

☆۔ گوجرانوالہ

فرستادہ ہوتے تھے۔ انہیں ہر دور میں کائنات کی ہمہ گیر اصلاح کے لئے بھیجا گیا۔ ان کی کوششیں کامیاب بھی رہیں۔ مگر اِدھر کوئی نبی نگاہوں سے اوجھل ہوا، اُدھر انسانیت پھر پرانی ڈگر پر چل نکلی کہ۔

آئینِ نو سے ڈرنا، طرزِ کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

انبیاء کی یہ جماعت دلوں اور ذہنوں کو بدل کر فکر ونظر کو تطہیر عطا کرتی رہی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے رشد وہدایت کے اس ازلی سلسلے کو اس شان سے مکمل فرمایا کہ خیر وخبر کی پہلی تمام قندیلیں دھواں دھواں نظر آنے لگیں، علم ودانش کے سبھی چراغ بجھ گئے۔ شعر وحکمت کی جملہ تابانیاں زرد ہوگئیں اور منطق وفلسفہ کے اوسان خطا ہوکر رہ گئے کہ جب آفتاب چمکتا ہے تو اس کی اوّلین کرن کے ساتھ ہی ماہتاب کا کنول مرجھا جاتا، ستاروں کی کہکشاں اجڑ جاتی اور بے جان ذرّوں کی دنیا چمک اٹھتی ہے۔ یوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے ساتھ ہی تمام پارینہ اصول واقدار منہ دیکھتے رہ گئے۔

دنیا کی محفلوں کے دیئے سارے بجھ گئے
روشن جب اُن کی بزم کی قندیل ہوگئی

نتیجہ معلوم کہ پہلے انبیاءؑ کی تعلیمات بھی منسوخ ہوگئیں اور تمام دین، دینِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں جذب ہوکر رہ گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کا جو نظام پیش فرمایا وہ پریشاں، آلودہ، درماں اور بے سروساماں انسانیت کی رگوں میں یوں اتر گیا جس طرح بادِ سحر گاہی کا نم، شاخِ گل کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آیۂ کائنات کا وہ معنیٰ دیریاب تھے جس کی تلاش میں رنگ وبو کے قافلے صدیوں سے رواں دواں تھے۔ سچ یہ ہے کہ انبیاءؑ کا مشن دیگر مصلحین سے ہمیشہ مختلف رہا ہے کہ مفکرین صرف فکر دیتے رہے مگر عمل کا نمونہ نہ دے سکے۔ شاعر صرف سمع وبصر کو جنت عطا کرتے رہے مگر من کی دنیا کو نور عطا نہ کرسکے۔ مقنن، قانون کا ضابطہ دیتے رہے مگر خود عمل کا نمونہ پیش نہ کرسکے۔ جب کہ انبیائے کرام نظریے کے ساتھ ساتھ عمل کا خوبصورت نقش

بھی پیش کرتے ہیں اور عمل کی یہی صالحیت، دلوں میں تیر بن کر ترازو ہو جایا کرتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا آخری دستورِ حیات بخشا جو زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہے۔ جو ہر اعتبار سے مکمل تھا اور ہے اور اس مکمل ضابطۂ حیات کی ایک ایک شق کی عملی تفسیر، اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ قرآن کریم ایک الٰوہی ضابطۂ حیات ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مطہرہ اس کی دل آویز وضاحت ہے، قرآن کریم متن ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اس کی جامع تشریح ہے۔ اس الوہی قانونِ زندگی کو اگر ہم "قرآنِ صامت" کہتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم "قرآن ناطق" ہیں حقیقت یہ ہے کہ سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرآن ہی کی وضاحت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فکر و عمل کا ایک ایسا حسین امتزاج کہ اس مکمل و اکمل امتزاج میں نہ کسی اضافے کی ضرورت ہے نہ ترمیم کی، کیونکہ تکمیل کے بعد اضافہ و ترمیم بے سود ہو جایا کرتے ہیں۔

زندگی کا کوئی نظام، فکر کا کوئی منشور اور سوچ کا کوئی رخ اس وقت تک بہترین نتائج پیدا نہیں کر سکتا جب تک اس کے ساتھ صاحبِ فکر کے اپنے عمل کا نمونہ نہ ہو کہ انگیٹھی اس وقت تک کمرے کو گرم نہیں کر سکتی جب تک وہ خود انگارا نہیں بنتی۔ جس کا اپنا دل سوز و تپش سے خالی ہے وہ یخ بستہ سینوں کو سیماب کا اضطراب کیسے دے سکتا ہے؟ لفظی خوشنمائی، دلوں کی ویران پگڈنڈیوں کو بہاروں کی رعنائی عطا نہیں کر سکتی۔ گویا یہ عمل ہی کا حسن ہے جو افکار کو رعنائی اور خیالات کو زیبائی عطا کرتا ہے اور یہ افراد ہی ہوا کرتے ہیں جو وقت کا رخ بدلتے طوفانوں سے ٹکراتے اور ناقۂ بے زمام کو سوئے قطار لے جاتے ہیں۔ شخصیات ہی ہنگامہ پرور بھی ہوتی ہیں اور ہنگامہ خیز بھی۔ انقلاب آفرین بھی اور انقلاب انگیز بھی، اصول تو ان ہنگاموں کو ملفوف کرنے کی ایک ریشمی نقاب ہے۔ دنیا کے نکتہ وروں، فلسفیوں، شاعروں اور ادیبوں کے چراغ اس لئے فروزاں نہ رہ سکے کہ ان کے پاس صرف نظریہ تھا، عمل نہ تھا۔ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انبیاءؑ کی طویل فہرست کا مطلع بھی تھے اور مقطع بھی، اول بھی تھے اور آخر بھی، انہوں نے قرآن پاک کو ایک ضابطے کے طور پر پیش کیا اور اس ضابطے کی عملی تکمیل اپنی سیرت سے کر دی، نتیجہ معلوم کہ اُن کے رخِ کردار نے ان کے پیش کردہ دستور کو ازلی، ابدی اور عملی بنا دیا، اُسوہ واصول کی اس جامعیت نے اسلام کو ایک ایسا دین بنا دیا جو ہر

شخص اور ہر دور کے لئے قابلِ فخر ہی نہیں قابلِ عمل بھی ہے۔

تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا ہزاروں کا سہی
اب جو تا حشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ولادت سے وفات تک سب کی نگاہوں کے سامنے رہی، آپ ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا تو آپؐ کی چالیس سالہ زندگی کے سارے خدوخال ہر ایک کے سامنے تھے، سخت سے سخت دشمن بھی اعتراف کرتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و دیانت ہر شک وشبہ سے بالا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا سب سے بڑا معجزہ ہے کہ مہد سے لحد تک آپؐ کی زندگی کا ہر گوشہ اور ہر زاویہ، ہر نگاہ کے سامنے رہا مگر سیرت کی پاکیزگی اور تقدس کے بارے میں کوئی ایک زبان بھی حرف گیر نہ ہوسکی۔آپؐ کی زندگی کا ہر پہلو قابل تقلید اور ہر میدان میں آپؐ کی سیرت مشعل راہ ہے۔آپؐ کی حیات پرنور کا ایک ایک رخ انسانی کردار واعمال کی صحیح سمت متعین کرتا، راستہ سجھاتا اور منزل کی آگہی دیتا ہے۔شہنشاہ ہو یا گدا، بندہ ہو یا آقا، تاجر ہو یا آجر، مزدور ہو یا مالک، ہر ایک کے لئے ہدایت کے نمونے موجود ہیں۔فکرونظر، علم وعمل، جدوجہد اور اقوال وافعال کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو اس آفتاب رشدوبصیرت سے اکتساب نور نہ کرسکتا ہو، بات ظرف کی ہے کہ کوئی کیا لیتا ہے۔وہاں کی کسی بات کی نہیں مگر فیضان والتفات، طلب کی نوعیت کے مطابق بٹتا، گھٹتا اور بڑھتا ہے کہ۔ع

یہیں سے پاؤں گا ہر نعمت دنیا و دیں ساقی
کہیں کیوں جاؤں تیرے میکدے میں کیا نہیں ساقی

خوشی اور غم زندگی کے دو پہلو ہیں۔عالم مسرت میں آمنہ کا لال ہمیں اللہ تعالیٰ کے حضور میں سجدہ ریز نظر آتا ہے۔غم کے موقع پر بھی اُن کی شخصیت صبر واستقامت کا پہاڑ نظر آتی ہے۔عزیز فرزند ابراہیم فوت ہوجاتا ہے۔دل شکستہ ہے مگر زبان پر صبر وشکر کے کلمات ہیں، آنکھیں اشکبار ہیں

کہ دل کا درد آنسو بنا ہی کرتا ہے۔مگر لبوں پر شکایت نہیں بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ قدم قدم پر بارگاہِ خداوندی میں سر کے ساتھ دل بھی جھک جھک جاتا ہے کہ۔ ع

جو تیرا حکم، جو تیری رضا، جو تو چاہے

زندگی میں ہر انسان کو انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر کسی نہ کسی رنگ میں کوئی عہد، معاہدہ یا میثاق کرنا پڑتا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں دشمنوں سے بھی معاہدے کئے مگر انہیں ہر حال میں نبھایا، وعدے کا ایفاء ایک ایسی خوبی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آغاز ہی سے نمایاں نظر آتی ہے جبکہ اعلانِ نبوت کے بعد یہ خصوصیت نکھر کر فطرت ثانیہ بن کر سامنے آتی ہے۔

یہ بھی ہے سچ کہ آپؐ کی گفتار ہے جمیل
یہ بھی ہے حق کہ صاحبِ کردار آپؐ ہیں

"سیرتِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم" (کہ وہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں سیرت طیبہ پر طبع ہونے والے مقالات کا مجموعہ ہے) میں ڈاکٹر محمود الحسن عارف لکھتے ہیں:

> سیرتِ طیبہ کے امتیازی اوصاف میں آپؐ کا یہ وصف نمایاں حیثیت رکھتا ہے کہ آپؐ کے قول اور فعل میں مکمل یکسانیت تھی اور آپؐ نے جو کہا اُسے سب سے پہلے خود کر کے دکھایا اور پھر دوسروں کو اس کا حکم دیا۔نماز کا حکم ملا تو سب سے پہلے آپؐ نے خود نماز پڑھی اور پھر دوسروں کو اس کی تاکید فرمائی، قرآن مجید کے احکام پر پہلے خود عمل کرتے پھر دوسروں کو دعوتِ عمل دیتے۔اسی بنا پر ام المومنین حضرت عائشہؓ نے آپؐ کی زندگی کو مجسم قرآن قرار دیا۔قرآن کریم میں آپؐ کی طرف سے بار بار یہ اعلان دہرایا گیا:
>
> اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَایُوحیٰ اِلَیَّ (۱)
>
> میں خود احکام کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کئے جاتے ہیں۔
>
> دوسرے مقام پر فرمایا

قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ (۲)

کہہ دو کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور موت صرف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

آپ ﷺ کی عملی زندگی کا یہ پہلو آپ ﷺ کی صداقت کا ناقابلِ تردید ثبوت فراہم کرتا ہے۔ اس لئے کہ اس سے خدائی پیغام پر آپ ﷺ کے پختہ اور غیر متزلزل یقین کا اظہار ہوتا ہے۔

آپ ﷺ قرآنِ حکیم کی اس آیت مبارکہ کی مجسم تصویر ہیں جس میں ارشاد ہے:

یَا اَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالاَ تَفْعَلُوْنَ (۳)

اے اہلِ ایمان وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔

ایک اور جگہ کہا گیا:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ (۴)

کیا تم دوسروں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود کو بھلا دیتے ہو۔

آپ ﷺ کے دشمنوں کو بھی یہ تسلیم تھا کہ آپ مجسمۂ عہد و وفا اور پیکرِ مہر و محبت ہیں۔ (۵)

ایک حکمران کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہدایت کا منارہ ہے۔ عرب کے صحرا سے جو سیلاب رنگ و نور اٹھا اور ایک دنیا پر چھا گیا۔ وہ اپنے اندر جہانبانی سے لے کر جہاں آرائی تک اور جہانگیری سے لے کر جہانداری تک ہر قسم کے اصول و ضوابط لئے ہوئے ہے۔ سیاست کے رموز، زندگی کے آئین، حاکم کی ذمہ داریاں اور محکوم کے فرائض، ہر بات اخلاق کی ایک ایسی بلندی کا اظہار کرتی ہے کہ قدم قدم پر خدا کا خوف نمایاں نظر آتا ہے۔

ایک تاجر کے سامنے عرب کے اس عظیم انسان صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا وہ رخ بھی موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تجارتی کارواں لے کر جاتے ہیں۔ امانت، دیانت اور صداقت

کہ ایسے نقوش ابھارتے ہیں کہ بیگانے اپنے ہوجاتے ہیں۔ایک منصف کو چاہئیے کہ وہ خانہ کعبہ میں حجر اسود نصب کرنے والے صادق اور امین کا کردار دیکھے اور اس شخصیتِ عظیم و جلیل کا یہ قول پیش نظر رکھے کہ اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے گی تو ہاتھ اس کے بھی کٹ جائیں گے۔ایک ناصح، واعظ اور معلم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات سامنے رکھنے چاہئیں. جو مسجد نبوی ﷺ سے اُبھرے اور ایک عالم کے نظامِ فراست و بصیرت میں تہلکہ ڈال گئے۔ایک یتیم کے لئے بھی سکون دل کا سامان موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیمی کے عالم میں آنکھ کھولی، حلیمہ کی گود میں پلے اور تاریخ کے افق پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ایک مزدور کو بھی عرب میں ایک ایسا وجود نظر آئے گا جو خود پھاوڑا چلاتا، خندق کھودتا، پتھر توڑتا اور مسجد کی تعمیر میں خود گارا اٹھاتا اور اینٹیں رکھتا ہے۔اگر کوئی غریب ہےتو اُسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا وہ رخ سامنے رکھنا چاہئے جب عام الحزن میں سنگینیوں اور تلخیوں کی ایک دنیا آپؐ کے جسم و جان پر بیت گئی تھی۔ایک داعی کو طائف کی سنگباری کو سامنے رکھتے ہوئے مصائب اٹھانے کی عادت ڈالنی چاہئے۔اگر کوئی جادۂ حق پر جا رہا ہےتو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ مبارک اس کے لئے عزیمت و استقامت کے بیش بہا خطوط مہیا کرتا ہے۔ایک شوہر کے لئے آپؐ ایک مثالی شوہر کا نمونہ پیش فرماتے ہیں اور ایک باپ کے لئے فاطمہؓ کا باپؐ ایک اعلیٰ ترین معیار پیش کرتا ہے ؎

کوئی نہیں تیری نظیر روزِ ازل سے آج تک
تا بہ ابد نہیں مثیل کوئی، تیرے سوا، ترا

الغرض دنیا کے ہر شخص کے لئے ان کی زندگی کا ہر پہلو ایک مثال کی صورت میں جلوہ گر ہے۔اخذ و استفادہ کی صلاحیت قدرت کی دین ہے۔سورج تو یکساں چمکتا ہے مگر شورا اور زرخیز زمین میں قبولیت کی صلاحیت مختلف ہوتی ہے۔بارش تو ہر جگہ ہوتی ہے یہ الگ بات ہے کہ کہیں پھول کھلتے ہیں کہیں گھاس اگتی ہے اور کہیں کانٹے بھی نظر نہیں آتے، بادِ صبا ایک ہی انداز سے چلتی ہے مگر وہ ریگزاروں میں بہار نہیں لا سکتی، بلکہ گلشن ہی میں کلیوں کو چٹکاتی اور مسکاتی چلی جاتی ہے۔ مگر عرب کی سرزمین سے ابھرنے والا یہ آفتاب ہر ظلمت کو اجال رہا ہے۔بطحا کی جانب سے اٹھنے والا یہ بادل پھولوں کو بھی حسن دے رہا ہے اور سبزے کو بھی ہریالی عطا کر رہا ہے، ہوا کی یہ ایک ایسی

موجِ نسیم غنچوں ہی کو نہیں، کانٹوں کو بھی گداز عطا کر رہی ہے۔ نتیجہ معلوم کہ عرب کا ریگستان آج بھی اطرافِ عالم میں نکہتیں بانٹ رہا ہے۔

تری نظر سے ملی روشنی نگاہوں کو
دلوں کو سوزِ تب و تابِ جاودانہ ملا

انسانی زندگی کے دو اہم پہلو ہیں۔ ایک حقوق اللہ اور دوسرا حقوق العباد، ایک کو ہم معاد و آخرت کہیں گے اور دوسرے کو معاش و تمدن، جہاں تک معاش کا تعلق ہے اس میں انسان کے انسان سے تعلقات، حاکم کے محکوم سے روابط، خاوند اور بیوی کی رفاقت، باپ اور بیٹے کا پیار، تاجر اور آجر کے معاملات، آقا اور غلام کا امتیاز، غرض دنیا کی معاشرت کا ہر پہلو اس ضمن میں آجاتا ہے۔ معاد و آخرت خدا اور انسان کے گرد گھومنے والا ایک دائرہ ہے جس میں عقیدہ، عبادت اور اُخروی جوابدہی کے جملہ امور آجاتے ہیں۔ دنیا میں جتنے مفکر اور مصلح آئے ہیں، وہ سب کے سب زندگی کے کسی ایک گوشے میں ممتاز نظر آتے ہیں اور بحیثیتِ مجموعی جانچنے پر اُن کے دامن کے بعض دھبے عقیدت کے بجائے نفرت ابھارتے ہیں۔ کوئی ایک مفکر بھی اپنی زندگی کی کوئی ایسی ہمہ پہلو، ہمہ گیر اور ہمہ جہت تصویر پیش نہیں کرسکتا جتنی مکمل، جامع اور احسن زندگی عرب کے اس امی کی ہے جو پیدا ہوا تو آتش کدے ٹھنڈے پڑ گئے، جبر و استبداد کے ایوان لرز گئے، مظلومیت اور بے بسی کو فخر و شرف کا مقام مل گیا۔ جو ابھرا تو تلاشِ معاش میں ایک ایسا مقام پیدا کرگیا جو دیانت و صالحیت سے عبارت تھا، جو نکھرا تو جہالت کو شعور، ظلمت کو نور، کائنات کو زیبائی، فکر کو گہرائی اور روح کو رعنائی دے گیا۔ میدانِ جنگ میں بہترین سپاہی اور بہترین سپہ سالار ثابت ہوا۔ گردشِ زمانہ مقابل آئی تو اس کا کردار استقلال و استقامت کا دیباچہ بن گیا۔ اختیار و اقتدار ملا تو عدل و مساوات اور تشکر و احسان کا ایک ایسا زندۂ جاوید کردار پیش کرگیا کہ تاریخ اس کے حضور میں آج بھی فرطِ عقیدت سے خم ہے۔ تاریخ کے اوراق اور وقت کی کروٹیں اس حقیقت کا اعلان کر رہی ہیں کہ انسانیت کو ایسی معراج نہ کبھی ملی اور نہ ملے گی۔

چمکا ہے تری ذات سے انساں کا مقدر
تو خاتمِ دوراں کا درخشندہ نگیں ہے

۞

حوالہ جات

۱۔ سورۃ انعام، آیت ۵۰،

۲۔ ایضاً، آیت ۱۶۲،

۳۔ سورۃ صف، آیت ۲،

۴۔ سورۃ بقرہ، آیت ۴۴،

۵۔ سیرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم، شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جامعہ پنجاب، لاہور، جون ۹۹ء، ص ۲۴۰